49

مؤمن کی نگاہ ہر طرف ہونی چاہئے

(فرمودہ یکم اپریل ۱۹۳۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے سال کے شروع میں دوستوں کو نصیحت کی تھی کہ آپس کے تنازعات مٹا کر آپس میں صلح اور محبت و الفت کی بنیاد قائم کریں۔ اور جن دوستوں نے کسی کا کوئی قصور کیا ہو یا نہ بھی کیا ہو اور دوسرا غلط فہمی کی وجہ سے ناراض ہو گیا ہو تو اس سے معافی مانگ لیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہماری جماعت کے دوستوں کو اس نصیحت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور میں دیکھتا ہوں ہزارہا دوستوں نے ان ایام میں آپس میں صلح کی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن گئے۔

جس طرح ایک دفتر کا آدمی یا ایک تاجر کم سے کم سال کے بعد اپنے حسابات صاف کرتا ہے' اسی طرح اگر ہماری جماعت کے دوست بھی آپس کے حسابات صاف کر دیا کریں تو بہت سے نقائص اور عیوب دور ہو سکتے ہیں۔ ہم ہر سال بلکہ ہر ماہ اپنے قرض خواہوں کے قرض اتارنے کی فکر کرتے ہیں۔ اور جس شخص میں شرافت کا احساس ہوتا ہے وہ کوشش کرتا ہے کہ لوگوں کے اس پر جو حقوق ہیں' انہیں ادا کر دے۔ مگر تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرض ادا کرنے کا کوئی دن مقرر نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ اگر سالانہ حساب بھی کیا جائے تو کئی ایسے قرضے ہو سکتے ہیں جنہیں ادا کرنے کی توفیق انسان کو مل سکتی ہے۔ مثلاً یہی ایک قرض ہے کہ لوگ آپس میں محبت سے رہیں۔ اسے اتارنے کی توفیق پانا کوئی مشکل امر نہیں۔ بسا اوقات عارضی جوش میں دو دوست لڑ پڑتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب ہم میں صلح نہیں ہو سکتی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ کیفیت دور ہو جاتی ہے

اور اگرچہ پھر بھی وہ شرم کی وجہ سے صلح نہیں کرتے لیکن خواہش ضرور رکھتے ہیں کہ کاش کوئی درمیان میں پڑ کر صلح کرادے- بظاہر وہ لڑے ہوئے ہوتے ہیں لیکن دل محبت کے جذبات سے لبریز ہوتے ہیں- اور انہیں دنیا پر شکوہ ہوتا ہے کہ کیوں کوئی ہماری صلح نہیں کرادیتا- پس اس قرض کی ادائیگی کوئی مشکل امر نہیں- بہت کم لوگ ہوں گے جن کے دلوں میں بغض اور کینہ اس حد تک بھرا ہوا ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کی خشیت کو ترک کرکے اس کے ذکر پر بھی صلح پر آمادہ نہ ہوں- لیکن چونکہ اس قرض کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں کی جاتی یہ جمع ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ دل پر زنگ لگ جاتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم ہو جاتا ہے- اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بندوں کے اور بھی بہت سے قرضے ہیں جو آسانی سے ادا کئے جاسکتے ہیں، مگر افسوس کہ اس طرف توجہ نہیں کی جاتی- اسی سلسلہ میں دوستوں کو میں توجہ دلاتا ہوں کہ مؤمن چوکس ہوتا ہے- اس کی نگاہ ایک ہی طرف نہیں بلکہ چاروں طرف ہوتی ہے- مؤمن کو حکم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات حاصل کرے اور اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات اسی رنگ میں انسان کے اندر پیدا نہیں ہوسکتیں جس طرح خدا تعالیٰ کی ہیں- لیکن تمام بزرگان دین اس بات پر متفق ہیں کہ اصل اسلام تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ[1] ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کرنا- اور پھر اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ[2] خدا تعالیٰ کی مانند کوئی چیز نہیں- پس ایک طرف تو یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق پیدا کرو اور دوسری طرف یہ ارشاد ہے کہ خدا جیسی کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی- اور ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی غلط نہیں کیونکہ ایک تو یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور دوسرے میں خدا تعالیٰ کے کلام سے مشابہ باتیں ہیں- اور اس صداقت کو رسول کریم ﷺ نے قبول فرمایا ہے- جب دونوں باتیں صحیح ہیں تو ماننا پڑے گا کہ کوئی درمیانی راہ موجود ہے جس میں انسان خدا تعالیٰ کی مانند ہو بھی جاتے ہیں اور پھر نہیں بھی ہوتے- اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا ہے- دائیں بائیں آگے پیچھے اوپر نیچے- ماضی، حال، مستقبل سب پر اس کی نظر ہے- لیکن ہم نہ تو بغیر آنکھوں کے دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہماری آنکھیں سب طرف دیکھ سکتی ہیں- ہاں ایک اور قسم کی آنکھیں ہیں جن سے ہم بھی ہر طرف دیکھ سکتے ہیں- اور وہ عقل کی آنکھیں ہیں- ظاہری آنکھوں سے تو ہم تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ پر عمل نہیں کرسکتے مگر باطنی سے کرسکتے ہیں اور چاروں طرف دیکھ سکتے ہیں- پھر جب ہم کوئی کام خواہ وہ اچھا ہو یا برا، اختیار کرسکتے ہیں- اور پھر اسی میں منہمک ہو جاتے ہیں- تو گویا خدا جیسا ہونے سے خود انکار کرتے ہیں- کیونکہ

خدا تعالیٰ کی طرح ہماری نظر سب طرف نہیں ہوتی لیکن جب کوئی اچھا کام کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی دوسری طرف سے بھی غافل نہیں ہوتے۔ یہ نہیں کہ روزہ رکھا تو ذکر الٰہی چھوڑ دیا یا زکوٰۃ ادا کی تو حج نہ کیا۔ یا اگر حج کو گئے تو زکوٰۃ ادا نہ کی بلکہ دین کے مکان کی چاروں دیواریں بناتے ہیں تو اس وقت ہم تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ پر عمل کرتے ہوئے چاروں طرف دیکھنے والے ہوتے ہیں۔ پس میں جماعت کو جب ایک کام کی نصیحت کرتا ہوں تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ دوسرے کام چھوڑ دیئے جائیں۔ اس سال ہماری جماعت سے ایک غلطی ہو رہی ہے۔ اور وہ یہ کہ تبلیغ کی طرف اتنی توجہ نہیں جتنی پچھلے سال تھی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ میں نے اس سال میں بعض اور امور کی طرف توجہ دلائی تھی۔ حالانکہ انہیں کرنے کے لئے کہنے سے میرا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ دوسرے چھوڑ دیئے جائیں۔ ہمیں تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کا حکم ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات اپنے اندر پیدا کریں۔ اور اللہ تعالیٰ جب ایک کام کرتا ہے تو دوسری طرف بھی اس کی توجہ ہوتی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ یہ تربیت کا ایک اہم حصہ ہے کہ ہم محبت سے رہیں۔ اور یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ مسئلہ کشمیر کے متعلق جو خطبات پڑھے ہیں وہ بھی ضروری ہیں۔ مگر اسکے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہم اس اہم چیز کو چھوڑ دیں جس پر دنیا کی ترقی اور نجات کا دارومدار ہے اور وہ تبلیغ ہے۔

بہت سے لوگ غفلت اور نادانی کی وجہ سے یہ خیال کرتے ہیں کہ تربیت تبلیغ سے زیادہ اہم ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ تربیت دراصل انسان کے اپنے نفس سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر تبلیغ میں وہ دوسرے کا محتاج ہوتا ہے۔ جب بھی کوئی شخص سچائی کو قبول کرے گا تو اس کا زیادہ باعث دوسروں کی باتیں ہوں گی۔ ایک نومسلم سے دریافت کرو تو معلوم ہوگا کہ اسے بہت سے لوگوں نے تبلیغ کی لیکن تربیت کی خواہش اپنے نفس سے پیدا ہوتی ہے۔ اور جس عمدگی سے ایک انسان اپنی تربیت خود کر سکتا ہے دوسرے نہیں کر سکتے۔ دوسرے صرف ایک ڈھانچہ تیار کرتے ہیں۔ ایک برتن مہیا کرتے ہیں لیکن اس میں رکھنے والی چیز انسان کے اپنے اندر سے آتی ہے۔ تربیت کے احساسات انسانی قلب کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ پس تربیت کے لئے دوسروں کا یاد دلانا اتنا ضروری نہیں جتنا تبلیغ کے لئے ضروری ہے۔ تبلیغ یہ ہے کہ اسے یقین دلا دیا جائے کہ دنیا میں ایک سچا مذہب موجود ہے جو اسے نجات کی طرف لے جائے گا۔ اور جب وہ سچے مذہب میں داخل ہو جائے گا تو تربیت کا احساس خود بخود پیدا ہونے لگے گا۔ اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ تربیت

تبلیغ سے زیادہ اہم ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہو گا کہ جو زیادہ قابل ہیں ان کی تربیت پہلے ہونی چاہیئے پھر کمزور تو رہ گئے۔ پھر قابلوں میں سے زیادہ قابلیت رکھنے والوں کو پہلے لیا جائے گا۔ اور پھر ان میں سے بھی زیادہ موزوں آدمی علیحدہ کئے جائیں گے۔ اور اس طرح ہوتے ہوتے ہم ایک آدمی پر آجائیں گے۔ اور اس کی بھی پوری طرح تربیت نہ کر سکیں گے۔ آخر اسے بھی چھوڑ کر دنیا سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ جو شخص ہماری نگاہ میں تربیت کے لئے بہترین ہو' وہ ناقص نکلے۔ اور جسے ہم ناقص قرار دے کر علیحدہ کریں وہ فی الحقیقت زیادہ قابل ہو۔ لیکن جب ہم تبلیغ کرتے ہیں تو گویا ایسے قلوب تیار کرتے ہیں جن میں تربیت کا احساس موجود ہے اور جتنے لوگ ہماری تبلیغ سے جماعت میں داخل ہوں گے ان سب میں تربیت کا جذبہ موجود ہو گا۔

دوسرا امر جو اس سلسلہ میں یاد رکھنا چاہیئے یہ ہے کہ تربیت کبھی اکیلے نہیں ہو سکتی۔ انسان اپنے گردوپیش کے حالات سے متاثر ہوتا ہے اور اس کے اعمال کا حصر ایمان پر ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے یونہی ملائکہ 'کتب 'رُسل اور حشر نشر پر ایمان لانے پر اتنا زور نہیں دیا۔ اور یہاں تک فرمادیا ہے کہ ان پر ایمان لاؤ' ورنہ نجات نہ پاسکو گے۔ ان باتوں پر ایمان لانے کا حکم دینے میں حکمت ہے۔ دراصل انسانی اعمال ایمان سے وابستہ ہیں۔ اور جب تک ایک انسان ایمان میں کامل نہ ہو' اس کے اعمال درست نہیں ہو سکتے۔ اس لئے تبلیغ تربیت سے مقدم ہے۔ جب تک ہمارے ہمسایہ کے گھر میں طاعون ہے' ہم کبھی مامون نہیں ہو سکتے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ آؤ ہمسایہ کے گھر سے طاعون کو دور کریں' تا ہمیں نہ آلگے وہ تو بچ جائے گا۔ لیکن جو خود ہی دوائیاں وغیرہ استعمال کرنے پر زور دیتا ہے اور ہمسایہ کے گھر سے اسے دور کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ ہر وقت خطرہ میں ہے۔ تربیت پر بے شک زور دینا چاہیئے۔ مگر اتنا نہیں کہ اسے تبلیغ سے زیادہ اہم قرار دے دیا جائے۔ اور جو ایسا کرتا ہے' اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے اس شخص کی جو ہمسایہ کے گھر سے طاعون دور کرنے کی تو کوشش نہیں کرتا مگر خود دوائیوں کے استعمال پر زور دیتا ہے۔ تبلیغ بذات خود تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس سے اپنے نفس کی بھی تربیت ہوتی ہے اور گناہ مٹتے ہیں۔ اور اگر ہم تبلیغ کو بند کریں گے تو گویا تربیت کے ذرائع محدود کر دیں گے۔ پس تمام جماعتوں کو چاہیئے کہ زیادہ زور اور ہمت سے تبلیغ شروع کریں۔ یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ جس کام کے کرنے کی نصیحت کی جائے' اسے شروع کر کے باقی چھوڑ دیئے جائیں۔ ہر امر کی طرف ہر احمدی کی توجہ ہونی چاہیئے۔ جس طرح آدمی گھر میں سب ضروریات کو دیکھتا ہے۔ بیوی کا خیال کرتے ہوئے ماں باپ کو

فراموش نہیں کرتا اور ماں باپ کی طرف متوجہ ہو کر بیوی بچوں کو نہیں چھوڑ دیتا- اسی طرح دین کی ساری ضرورتیں ہر وقت اس کے پیش نظر رہنی چاہئیں- جب جاکر اس کے ایمان کی تمام دیواریں مکمل ہوں گی- پس گزشتہ تین ماہ میں تبلیغ میں جو سستی ہوئی ہے دوستوں کو چاہئے باقی نو ماہ میں خوب زور دے کر تبلیغ کی اس کمی کو پورا کردیں- میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ سب فرائض کی طرف ایک وقت میں توجہ کرکے تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ کے مصداق بن سکیں-

(خطبہ ثانی میں فرمایا) بعض آداب ہوتے ہیں- کئی بار سمجھایا بھی جاتا ہے لیکن انسان بھول جاتا ہے- اور بعض نئے لوگ بھی آجاتے ہیں- اس لئے پھر بتاتا ہوں کہ خطبہ کا وقت اس وقت تک ہے جب تک امام مصلّی کی طرف نہ جائے- اور اس وقت میں بولنا یا اشارہ کرنا بھی منع ہے- اشد ضرورت کے وقت یعنی دوسرا اگر شریعت کے کسی حکم کو توڑ رہا ہو تو اسے اشارہ سے سمجھایا جاسکتا ہے مگر بولنے کی اس صورت میں بھی اجازت نہیں[۳]- دوسرے مسجد میں سوائے ذکر الٰہی یا دینی اور قومی امور کے متعلق گفتگو کے ذاتی اور خانگی باتیں نہ کرنی چاہئیں[۴]- رسول کریم ﷺ مذہبی قومی یا سیاسی باتیں تو کرلیتے تھے مگر ذاتی اور خانگی باتیں کرنا آپ کو سخت ناپسند تھا- حتیٰ کہ آپ نے فرمایا اگر کوئی مسجد میں سودا کرے تو خدا اس میں برکت نہ دے[۵]- یا کسی کی کوئی چیز باہر گم ہو جائے اور وہ مسجد میں آکر اعلان کردے تو خدا اس میں برکت نہ دے[۶]- پس اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ مسجد میں ذاتی باتیں منع ہیں-

(الفضل ۷- اپریل ۱۹۳۲ء)

۱

۲ الشوریٰ: ۱۲

۳ بخاری کتاب الجمعۃ باب الانصات یوم الجمعۃ والامام یخطب

۴، ۵ ابوداود کتاب الصلوٰۃ باب التحلق یوم الجمعہ

۶ مسلم کتاب الصلوٰۃ باب النھی عن نشد الضالہ فی المسجد